Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page.12-29

ندا غفار

پی ایچ ڈی سکالر، کہروڑ پکا

شمائلہ غفار

کالج ٹیچنگ انٹرن، کہروڑ پکا

علی اکبر ناطق کے ناول "کماری والا" میں عصری مسائل کی عکاسی تحقیقی جائزہ

Representation of Contemporary Issues in Ali Akbar Natiq's Novel "*Kamari Wala*": A Critical Study

Abstract

Ali Akbar Natiq's *Kamari Wala* is a powerful, realistic reflection of contemporary Pakistan, masterfully capturing the complex dynamics of rural and semi-urban life. By weaving together social, political, and psychological threads, Natiq transforms the novel into a vivid document of his time.The narrative explores the struggles of the modern generation, marked by deprivation, injustice, and a palpable sense of social fragmentation. Natiq presents a society where human values often appear paralyzed, suffocated by systemic oppression. Through characters like Talal Chaudhry, the author exposes the moral decay and unchecked greed of power-holders. Their obsessive pursuit of land and authority—culminating in extreme acts such as parricide—unveils the dark, violent layers hidden beneath the surface of contemporary life.Using a critical-analytical lens, the novel effectively critiques political decay and the ideological contradictions between tradition and modernity. It is not merely a piece of fiction but a compelling social commentary that forces readers to confront the "hidden wounds" of human existence. Ultimately, Natiq's artistic depth and narrative force render *Kamari Wala* a poignant testament to the moral crises defining our era, highlighting the fragility of human integrity in a world increasingly dominated by corruption and shifting values.

Keywords: Ali Akbar Natiq, Contemporary Issues, Critical Study, Injustice, Kamari Wala, Pakistani Society, Urdu Novel

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page.12-29

زمانہ چاہے جیسا بھی رہا ہو مسائل سے مُبرّا نہیں رہا۔ ہر دور میں مسائل موجود رہے ہیں اگر ہم جائزہ لیں تو محسوس کریں گے کہ جیسے جیسے زمانے نے ترقی کی ہے ویسے ویسے مسائل میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ موجودہ زمانے کا کوئی انسان اپنی زندگی سے مطمئن اور خوش نظر نہیں آتا۔ ہر آدمی چاہے وہ زندگی کے کسی شعبے سے تعلق رکھتا ہو مسائل میں گھرا ہوا ہے۔

ادب ہمیشہ اپنے عہد کی نمائندگی کرتا ہے۔ ادب اور عصری مسائل، ادب اور زندگی، ادب اور تاریخ، ادب اور حقیقت نگاری اور اسی طرح کے کئی سوالات کے معنی خیز اور زیادہ واضح جوابات ناول میں تلاش کئے جاسکتے ہیں۔ اردو ادب کی دوسری اصناف ادب کے مقابلے میں داستان کے بعد ناول کی صنف ہی ہے، جس کا کینوس وسیع ہوتا ہے۔ ناول نگار کہانی کی ترتیب موضوع کی مناسبت سے کرتا ہے۔ جس میں وہ معاشرے کی موجودہ صورتحال اور اس کے مسائل کو تخلیقی سطح پر لا کر اپنی کہانی کا کینوس تخلیق کرتا ہے۔ اسی لیے کسی عہد کے حالات کو اس عہد کے ادب کے ذریعے ہی بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔

> "ادب اپنے اندر تاریخ، سماجی تبدیلیوں اور ہر دور کے باشعور اور دردمند طبقہ کا نقطہ نظر بھی سموتا ہے یوں ہر دور کا ادب اپنے عصری رجحانات، خیالات وافکار اقداری تنوعات، ذہنی، سماجی اور ثقافتی تاریخ کا خوب صورت مرقع کہا جاسکتا ہے۔ (۱)

عصر حاضر کے مسائل پر اردو ادب میں بہت سے ادیب بہت کچھ لکھ رہے ہیں۔ لیکن جو تصویر "کماری والا" میں نظر آتی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ پورا ناول عصری مسائل کا آئینہ بنا ہوا ہے۔ ایک عام آدمی کی زندگی کتنی مشکل ہے اسے معاشرے میں رہ کر کون سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور زندگی جینے کے لیے جتنے جتن کرنے پڑتے ہیں وہ تمام مسائل "کماری والا" میں نظر آتے ہیں۔

مصنف ضامن علی کے کردار کے ذریعے دیہی زندگی کی مشکلات اور شہری زندگی کے مسائل اور تاریکیوں کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کے تمام مسائل سے پردہ اُٹھاتا ہے۔

علی اکبر ناطق کا یہ ناول بیک وقت سماجی، سیاسی، تہذیبی، اخلاقی اور نفسیاتی مسائل کا احاطہ کرتا ہے۔ ناول میں ناول نگار نے انتہائی فکر انگیز خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جن لوگوں کو ان حالات کا سامنا کرنا پڑا ان کی سوچیں، دھڑکتے دل، آتی جاتی سانسیں

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page.12-29

، تجربات خدشات اور اپنے اپنے جذبات واحساسات کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔ یہ ناول اپنے عہد کے معاشرتی حقائق اور مسائل کا آئینہ دار ہے۔ "کماری والا" میں علی اکبر ناطق نئی نسل کے عصری مسائل، محرومیوں، ناانصافیوں، مایوسیوں، استحصال، ظلم و جبر ،سیاسی اور معاشرتی برائیوں کو بیان کیا ہے جہاں انسانی قدریں مفلوج ہو کر محض تماشائی بن کر رہ گئیں ہیں۔ جہاں طلال چوہدری جیسے ظالم حاکم غریب تو کیا اپنوں تک کو نہیں بخشتے زمین جائیداد کی ہوس اسے اپنے باپ تک کو قتل کروانے پر مجبور کر وادیتی ہے۔ اسی طرح کی تمام سیاسی، معاشرتی، نظریاتی صورتحال کو انہوں نے گرفت میں لینے کی کوشش کی ہے۔

"کماری والا" ملک میں بڑھتی فرقہ وارانہ جنگ، جاگیر دارانہ نظام کی اصلیت، اسکول کے نوعمر لڑکوں کی جہاد میں جبری شمولیت، ملک فروش حرکتیں، زبردستی کی شادیاں، دینی مدارس کو دشمن ممالک سے فنڈنگ، مادہ پرستی، اور شوبز کی آڑ میں جنس کا کاروبار، سیاسی چالیں، افسر شاہی کی کریہہ شکل اور گندے دھندے، کلرکوں کی غلیظ عادات، مزدور یونین کی بد معاشی اور مزدور مخالف رویے، صحافت کے نام پر دو نمبری، مارکسی نظریات رکھنے والے کامریڈوں کی فضول اور غلیظ زندگی، اپر کلاس اور ایلیٹ کلاس کی بے حیائیاں، فیکٹریوں میں مزدوروں کے ساتھ ناروا سلوک ، درختوں کا کٹاؤ، انتہا پسندی اور شہری پھیلاؤ وغیرہ ناول کے اہم موضوعات ہیں۔ ایسے مسائل پر لکھنے کی گنجائش ہمارے معاشرے کی تنگ نظری کے باعث نہ ہونے کے برابر ہے۔

"کماری والا" کی کہانی ہیرو ضامن علی کے گرد گھومتی ہے۔ کہانی کا راوی بھی ضامن علی ہے۔ ناول کی کہانی ضامن علی کے بچپن سے لے کر لڑکپن اور پھر جوانی تک کا اِرتقائی سفر ہے۔ اِسی سفر کے دوران ضامن علی کا بہت سے کرداروں سے واسطہ پڑتا ہے جن کے اپنے دُکھ، درد اور اپنی الگ الگ کہانی ہے۔ اِنہی کرداروں کے باہمی میل جول سے ناول کی کہانی آگے بڑھتی ہے۔ ناول کے خاص طور پر نسوانی کردار کبھی نہ ختم ہونے والے دُکھوں اور مسائل کا شکار نظر آتے ہیں۔ لیکن یہ مظلوم و مجبور عورتوں جس حوصلے، استقامت اور ہمت سے ان حالات کا مقابلہ کرتی دکھائی دیتی ہیں، وہ قابل ستائش ہے۔

ضامن علی منٹگمری کے ایک گاؤں "دھول چوک" کا باسی ہے۔ جس کے باپ کی معاشی حالت عام دیہاتیوں کی طرح نچلے درجے کے کسان کی ہے۔ جس کے گاؤں کے لوگ انتہائی غریب ہیں ضامن علی کے گھر کے قریب ایک ڈسپینسری ہے۔ ڈسپینسری کے

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page.12-29

کمپاؤڈر جلال دین کے کردار میں علی اکبر ناطق نے سرکاری اداروں میں کام کرنے والے افراد کی بد دیانتی کو واضح کیا ہے۔ سرکاری ہسپتال ہو، سکول ہو، کالج ہو غرض کوئی بھی سرکاری محکمہ ہو یا اس میں کام کرنے والے افراد سرکار کی ملکیت کو اپنی جاگیر سمجھتے ہیں اور کمزور، غریب، بے بس لوگوں کو حقیر کیڑے مکوڑے سمجھتے ہوئے غیر انسانی سلوک کرتے ہیں ۔ سرکاری ہسپتالوں میں مریضوں سے بُرا سلوک روا رکھا جاتا ہے اکثر مریض غلط ادویات دینے سے موقعے پر ہی جان کی بازی ہار جاتے ہیں۔ جلال دین مجرمانہ ذہنیت کا مالک ہے وہ ڈسپینسری کے عملے کو ڈاکٹر سمیت اپنے ساتھ ملا کر ڈسپینسری کی چیزوں پر ہاتھ صاف کر کے ڈسپینسری کے لیے حکومتی ادویات کو بلیک مارکیٹ میں فروخت کر کے اپنی جیب گرم رکھتا ہے۔:

" جلال دین کمپوڈر ہفتے کے ہفتے دوائیوں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پھر وہی سامان شام کے وقت دوبارہ تانگے پر رکھ کر کہیں اور لے جاتا۔"(۲)

شراب جیسے کریہہ جرم اور اس کے بھیانک نتائج بھی مصنف اسی جلال کے کردار کے ذریعے سامنے لاتا ہے۔ جو ڈسپینسری کے لیے دوا کے طور پر آنے والی الکوحل کو اپنے دوست یونس کے ساتھ مل کر شراب کے طور پر پیتا ہے نہ صرف شراب پیتے ہیں بلکہ یہ دونوں مل کر گاؤں کے نو عمر بچے شمیر کے ساتھ لوطی فعل سرانجام دیتے ہیں۔

" کماری والا " کا ایک اہم موضوع سکول کے بچوں کی نام نہاد جہاد کے لئے زبردستی کی بھرتی اور مخصوص دینی مدرسوں کو ملنے والی غیر ملکی فنڈنگ بھی ہے۔ علی اکبر ناطق ناول میں ان کالے دھندوں کو مولوی عبدالحئ نامی شخص کے ذریعے بے نقاب کیا ہے۔ جو عماد، ندیم سمیت سکول کے دوسرے بچوں کو جبراً اٹھوالیتا ہے۔ مولوی عبدالحئ جیسا بے غیرت ان بچوں کو سمگل کر کے عرب شیخوں کو بیچ دیتا ہے۔:

" یہاں سے دو طرح کے لڑکوں کی بھرتی ہوتی ہے۔ یہ بھرتی سرکار اور مولوی مل کر کرتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کچھ لڑکے، جو منہ متھے کے ٹھیک ہوتے ہیں انھیں عربوں سے پیسے لیکر بیچ دیتے ہیں، پھر وہ چاہے ان سے جو بھی کام لے "(۳)

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page.12-29

ناول میں موجود یہ حقائق آج دنیا کے سامنے ہیں کہ یہ بچے اغوا ہونے کے بعد کہاں جاتے ہیں۔ ایپسٹین فائلیز کے ذریعے جو حقیقت ہمارے سامنے آئی ہے۔ وہ بہت لرزہ خیز ہے۔ جنہیں دیکھنے اور پڑھنے کے بعد متلی محسوس ہوتی ہے۔ جیفری ایپسٹین کی فائلیز ایک جنسی پانامہ لیکس ہیں، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس میں عالمی رہنماؤں کے چھوٹے بچوں اور بچیوں کے ساتھ جنسی جرائم سے متعلق مواد موجود ہے۔ جہاں پڑھے لکھے یورپ کے بڑے نام اس لسٹ میں شامل ہیں۔ جن میں پرنس اینڈریو، سابق امریکی صدر بل کلنٹن، جارج بش، جو بائیڈن، سٹیفن ہاکنگ، بل گیٹس اور موجودہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ سرفہرست ہیں۔ وہیں ان میں عرب شہزادوں کا ذکر بھی موجود ہے۔ پاکستان اور دنیا میں اغوا ہونے والے بچے اور بچیوں کے ساتھ ہونے والا یہ سلوک اور احوال دیکھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر سہیل احمد بخاری کے مطابق:

"ناول نگار واقعات سے جو اثر قبول کرتا ہے وہ لفظوں اور جملوں کے ذریعے ہی دوسروں تک پہنچاتا ہے"(۴)۔

موجودہ معاشرے کا اہم مسلہ نشہ بھی ہے جو انسان کا ازل سے دشمن ہے۔ اس کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ انسان کو تباہ کر دیتا ہے نشے میں انسان اچھے برے کا فرق بھلا دیتا ہے اور انسان کو ایک جانور میں تبدیل کر دیتا ہے عماد بھی نشے کی حالت میں اپنے ایک نشئی ساتھی کو لے کر اپنی بہن زینت کے کمرے پر دھاوا بول دیتا ہے مگر محلے والے زینت کو بچا لیتے ہیں اور عدیلہ عماد کو جیل بھیج کر خود ضامن کے گاؤں کی ڈسپینسری میں تبادلہ کروا لیتی ہے۔

عماد بھی کئی سال بعد اپنے احساس جرم کی وجہ سے واپس آتا ہے لیکن نشے کے باعث ایک دن وہیں ڈسپینسری میں جامن کے درخت کے نیچے اس کی موت واقع ہوتی ہے۔ پاکستان میں موجود جاگیر دارانہ نظام کی کچھ جھلک "کماری والا" میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ جہاں زمینی جھگڑے، قتل وغارت، مطلبی رشتے ناتے، قانون کی خلاف ورزی عورت اور کمزور افراد کا استحصال، زمین کی حوس میں خونی رشتوں کا قتل اور اس کے علاوہ گاؤں دیہاتوں میں ہونے والے دیگر مسائل کی جھلکیاں ناول میں نظر آتیں ہے۔

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page.12-29

بیوروکریسی کے بعد ملک پاکستان کا سب بڑا مافیا یہی جاگیر دارانہ نظام ہے۔ جاگیر داروں کے کلف لگے اونچے شملوں کے پیچھے کریہہ چہرے چھپے ہوئے ہیں مال و دولت اور زمین کی ہوس میں یہ لوگ اپنوں کے گلے کاٹنے سے بھی بعض نہیں آتے پاکستان میں خاص طور پر سندھ کے علاقوں میں ہم آج بھی جاگیر داروں کے مظالم کے بارے میں سنتے رہتے ہیں ایسی ہی ایک کہانی علی اکبر ناطق "کماری والا" میں ضلع خانیوال کے گاؤں ٹبہ ولی بخش کے تین بھائیوں کی بیان کرتے ہیں۔ تینوں میں سب سے بڑا بھائی احمد بخش، پھر الٰہ بخش اور سب سے چھوٹا صادق بخش تھا۔

تینوں بھائیوں میں بڑے بھائی احمد بخش کا ایک ہی بیٹا طلال احمد چوہدری تھا دونوں ایک دماغ کے تھے زمین داری میں بے حد دلچسپی رکھتے تھے جبکہ الٰہ بخش اپنی بیٹی کو ڈاکٹر بنانا چاہتا ہے اسی بہانے سے وہ اپنی بیٹی کو اس ماحول سے دور رکھتا ہے۔ جبکہ احمد بخش ایک مکمل جاگیر دارانہ دماغ کا آدمی ہے جو بڑے بڑے افسروں، سیاست دانوں اور پولیس کو رشوت کھلا کر اپنی مٹھی میں رکھتا ہے خود الیکشن لڑنے کے بارے میں کہتا ہے۔:

> "ووٹ کے لیے کیڑے مکوڑوں کی منتیں کرنا پڑتی ہیں اور کس لیے کہ طاقت ہاتھ میں آئے ،ادھر تم دیکھتے ہو کہ بڑے بڑے سورمے یہاں حاضری دیتے ہیں۔ ان سے کچھ بھی کروالو ۔الیکشن لڑنے والے اپنا پیسہ بھی خود لگاتے ہیں ، ہمارے محتاج بھی رہتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسے پیسے دے کر کہو اپنے باپ کا کلیجا کھالے، وہ کھا جائے گا"(۵)

احمد بخش، بھائی اور اس کی دونوں بیویوں کو پولیس کی مدد سے قتل کروا کر اس قتل کو ایکسیڈنٹ کا رنگ دے دیتا ہے اور حوالداروں اور تحصیلداروں کی مدد سے صادق بخش کی ساری زمینیں اپنے بیٹے طلال احمد کے نام کروا دیتا ہے اس ساری کاروائی کی خبر ایک پٹواری الٰہ بخش کو کرتا ہے الٰہ بخش کو معلوم ہونے کے بعد طلال اپنے اصلی روپ کے ساتھ اپنے چچا کے خلاف کھل کر سامنے آتا ہے اپنے باپ کو چچا الٰہ بخش کا قصہ تمام کرنے بارے میں کہتا ہے مگر احمد بخش بیٹے کو ڈانٹ کر چپ کروا دیتا ہے لیکن طلال پھر بھی باز نہیں آتا اور اپنے وفادار فتح محمد عرف فتے کو بھڑکا کر اپنے چچا کو بھری عدالت میں قتل کروا دیتا ہے۔

گوہر تحقیق
شعبہ اردو
گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاولپور

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page.12-29

اب احمد بخش کا ضمیر زندہ ہو کر اسے اس کے سنگین جرائم کا احساس دلاتا ہے۔ بھائی کے قتل کے غم سے احمد بخش فالج کا شکار ہو کر بستر سے لگ جانے پر طلال چوہدری تمام زمینداری اور سیاہ و سفید کا مالک بن بیٹھتا ہے۔ چچا کے قتل کے کچھ ماہ بعد اپنی چچی ارشاد بیگم کو اس کی نوکرانی سمیت اسی کے گھر میں جلا کر مروا دیتا ہے ۔ڈاکٹر فرح اپنے چچازاد طلال کے ارادوں سے خوب واقف تھی اس لیے اپنی سوتیلی ماں کے قتل پر بھی نہ آئی وہ جانتی تھی کہ اگلی باری اسی کی ہے۔اس لیے وہ ہر اس جگہ سے خود کو غائب کر لیتی ہے جس کا علم طلال احمد کو تھا اور اپنے کلاس فیلو زبیر سے شادی کر کے روپوش ہو جاتی ہے۔ بیٹے کی پیدائش کے بعد جب زبیر نو عمر لڑکی سے شادی کر لیتا ہے تو فرح اس سے طلاق لینے کے بعد پنجاب آجاتی ہے اور جھنگ ضلع میں کافی سال ڈیوٹی دینے کے بعد ضامن علی کے گاؤں میں تبادلہ کروالیتی ہے۔

علی اکبر ناطق ناول میں پاکستان سے عرب ممالک جانے والے مزدوروں کے احوال بیان کرتے ہیں کہ غریب پاکستانی غیر ممالک میں اپنے خاندان کے حالات بدلنے کے لیے اپنا وطن ،اپنا گھر چھوڑ جاتے ہیں۔ ضامن علی کا والد بھی دوستوں اور عزیزوں سے قرض لے کر اپنے ایک دوست کے توسط سے کویت کمانے جاتا ہے۔ کویت میں اسے جن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا اور گھر والوں کتنی مشکلات کا سامنا کرپڑا، آج بھی یہ مسائل جوں کے توں موجود ہیں۔

ناطق تعلیمی اداروں میں بننے والی طلبہ کی سیاسی تنظیموں کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ کالج یونیورسٹی کے طلبہ ان تنظیموں میں پڑ کر اپنا مستقبل خراب کرتے ہیں اور پڑھائی سے دور ہو جاتے ہیں۔ناول میں ضامن علی کا کالج میں ایک دوست حبیب علی تھا۔ جس کا چاچا ایچ۔اے احمد ترقی پسند تنظیم کا جنرل سیکٹری ہے ضامن علی اس دوست کی باتوں میں آکر اس تنظیم کا حصہ بن جاتا ہے۔ یہ نیم شہری نیم دیہی پرتوں سے تعلق رکھنے والے اناڑی کا مریڈ تھے جو نہ مارکسزم کی نفسیات رکھتے تھے اور نہ ہی کسی پولیٹیکل پارٹی سے کوئی تعلق تھا۔ اس تنظیم کے لوگ انتہائی غلیظ، صفائی سے دور، خوابوں خیالوں میں رہنے والے غیر سنجیدہ بے ربط گفتگو کے مالک تھے۔ مستقبل اور اپنے حال سے غیر سنجیدہ لوگوں کی ایسی بیٹھک میں ضامن علی نے بھی بیٹھنا شروع کر دیا لاحاصل بحثوں اور لایقینی گفتگو میں پڑ کر ایسی چیزوں کا چسکا اسے بھی لگ گیا۔ کالج میں پڑھائی سے دلچسپی ختم ہو کر ایسی فضولیات میں رہ گئی۔

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page.12-29

نشہ اور بری صحبت انسان کو تباہ کر دیتی ہے۔ معیذ جو کہ عدیلہ کا نواسا تھا اپنے ماموں عباد کے عبرت ناک انجام سے سبق حاصل نہیں کرتا اسی کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ نشہ اور جوئے جیسی لعنت میں پڑ کر اپنے اچھے برے کی تمیز بھول بیٹھتا ہے وہ اپنی نانی کو پیسے لینے کے لیے مسلسل مارتا اور بے عزت کرتا ہے۔ ایک دن پیسے نہ ملنے پر اپنی نانی اور نانا کو قتل کر دیتا ہے۔ ملک محمد اشرف کے مطابق۔:

> " حاجت مند سنشے کا عادی جب نشے سے ٹوٹا ہوا ہو جیب خالی اور غم روزگار سے بھی دل شکستہ ہو تو ایسے عالم میں اس کے لئے ادھر ادھر سے رقم بٹورنے یا آمادہ جرم ہونے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوتا، ایسے افراد ـــــــــــــــــــــــــــــ تہذیبی ضابطوں کی پرواہ کئے بغیر حصول نشہ کے لئے رقم فراہم کرنے پر تُل جاتا ہے۔"[۲]

ناطق صاحب ہمارے ملک کے عدالتی نظام کی برائیوں کو زیادہ طاقتور طریقے سے بے نقاب کرتے ہیں۔ معاشرے کی تباہی میں انصاف کی عدم دستیابی اہم کردار ادا کرتی ہے وہ ادارے اپنی شناخت کھو کر تباہ ہو جاتے ہیں جن میں انصاف ثانوی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔ قانون ان ہی لوگوں کا ہے جو اسے پیسوں سے خرید لے۔ معیذ کو عدالت اپنے نانا نانی کے قتل پر پھانسی کی سزا تجویز کرتی ہے۔ پر معیذ جج کو پیسے دے کر اپنی سزائے موت کو بیس سال کی عمر قید میں تبدیل کروا لیتا ہے۔

"کماری والا" میں علی اکبر ناطق نے اکثر جرائم کی وجہ غربت کو دکھایا ہے غربت کے ہی سبب جرائم ہوتے ہیں۔ عدیلہ مرنے سے پہلے ضامن کی والدہ کو بیس تولہ سونے کے کنگن اور چوڑیاں امانت دیتی ہے کہ ضامن علی اس کی بیٹی زینت کو دے گا۔ ضامن علی امانت دینے کے لئے زینت کو ڈھونڈنے نکل پڑتا ہے پہلے وہ ڈاکٹر فرح کی کھوج لگاتا ہے۔ ڈاکٹر فرح کو ڈھونڈنے کے لئے شاہ کوٹ پہنچتا ہے جہاں اس کی ملاقات عماد کے دوست ندیم کی والدہ سے ہوتی ہے جو مکمل پاگل ہو چکی تھی۔ شاہ پور پہنچ کر ضامن کو ڈاکٹر لطیف سے پتہ چلتا ہے کہ ڈاکٹر فرح کا قتل ہو چکا ہے۔ اس ساری کہانی کا نقشہ آج کے موجودہ دیہی زندگی کے مسائل کی عکاسی کرتا ہے۔ محمد احسن فاروقی کے بقول:

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page.12-29

> "عام طور پر ناول نگار اپنے مانوس ماحول کا نقشہ کھینچتا ہے اور اپنے ذاتی تجربے کو واضح کرتا ہے اسی لیے ناول کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ فلاں مقام کی فلاں زمانے میں تصویر ہے مگر ناول عظیم دائرے میں تب ہی آتی ہے جب وہ ایک زمانے اور مقام کی تصویر ہر زمانے اور ہر مقام والوں کے لیے ہو جائے یہ قطرے میں دجلہ دکھائے اور جزو میں کل "(۷)۔

ڈاکٹر فرح طلال کو قتل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ مگر فرح کے فائر طلال کو لگے تو ضرور مگر وہ نشانے پر نہیں لگے اور وہ بچ نکلا ۔ فرح وہاں سے فرار ہو کر شاہ پور پہنچ جاتی ہے اور پولیس فرح کو جعلی پولیس مقابلہ میں قتل کر دیتی ہے طلال اپنے بندوں کو پولیس کی وردیاں پہنا کر دراصل ڈاکٹر فرح کو قتل کرا دیتا ہے اس طرح قانون نافذ کرنے والوں کی ناک کے نیچے ہی انسانوں کی جان لے لی جاتی ہے۔:

> "جرائم پیشہ افراد اور پولیس کا گٹھ جوڑ پولیس میں جرائم پیشہ افراد کی موجودگی خود پولیس کے نظام پر بڑا سوالیہ نشان ہے ۔ اگر چہ اس کا اعتراف نہیں کیا جاتا ---------------پولیس جرائم پیشہ افراد کو تحفظ فراہم کرتی ہے۔ یہ عمل پولیس کے اپنے ادارے میں موجود ہے اور اس کا اعتراف کیا جانا چاہیے۔"(۸)

علی اکبر ناطق جاگیر دارانہ نظام کی خرابیوں سے پردہ اٹھاتا ہے۔ اس نظام میں امیر تو امیر سے امیر تر ہو جاتا ہے اور غریب بے بس لوگ وہیں کے وہیں رہتے ہیں کارل مارکس کے نظریے کے مطابق۔:

> "بنیادی طور پر مادی طاقتیں ہی انسانی تاریخ کا ایک خاص عنصر ہیں"(۹)

یہ مادی طاقت دولت ہی ہے جسے استعمال کر کے ظالم مظلوموں کو دبا لیتے ہیں طلال چوہدری بھی امیر سے امیر تر اور طاقتور سے طاقتور ترین ہو تا گیا۔ دوبار الیکشن بھی جیت چکا تھا اپنا ایک بیٹا فوج میں آفسر بھرتی کروا کر اسے جرنیل بنانا چاہتا ہے۔

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page.12-29

ناطق پاکستانی تعلیمی نظام کی حقیقت بھی بڑی بے دردی سے کھولتے ہیں جب ضامن بی اے پاس کر لیتا ہے تو نہ اسے نوکری ملتی ہے۔ نہ ہی اس عرصے میں اس کے پاس کوئی ہنر تھا ضامن کو اپنی زندگی کے پندرہ سال ضائع لگتے ہیں۔:

"میرے پاس گریجوایشن کی ڈگری بھیک مانگنے کا لائسنس ضرور تھا اسے دکھا کر کسی دفتر میں چند روپوں کی بھیک لینے کے قابل سمجھ لیا جاتا۔ یہ مستقل اور ماہ بہ ماہ ملنے والی بھیک جسے بھکاری یا دوسرے لفظوں میں ملازم اپنی حلال کی کمائی سمجھتا ہے میں بھی ہر حالت میں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ پرائیویٹ کہیں جانے اور کام کرنے کی جگہیں اول تو بہت کم تھیں۔ اگر تھیں تو وہاں ہنر مند افراد کے لیے بھی مشکل سے با نہیں کھلتی تھیں، مجھ جیسے بے ہنر کے لیے تو یہ بھی نہیں تھیں"(۱۰)

علی اکبر ناطق شیعہ مسلک کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کو بھی ناول میں بیان کرتے ہیں۔ جیسے شیعہ مسلک کا بینک کو زکوۃ نہ دینے پر جلسے جلوس نکالنا۔در حقیقت یہ جلسے جلوس سرمایہ دار اور جاگیر دار شیعہ اپنے وسائل کا استعمال کروا کر غریب شیعہ کمیونٹی سے نکلواتے ہیں تا کہ خود بینک اور حکومت کو زکوۃ نہ دے سکیں۔ اس مقصد کے لیے ان غریب لوگوں کا استعمال کرتے ہیں۔ پڑھائی کے بعد ہر نوجوان کو غم روز گار ستاتا ہے۔ ضامن اپنی نوکری کے لیے پریشان تھا۔ حاجی فطرس علی کی سفارش پر رضوان حیدر کا بڑا بھائی ضامن کو فیکٹری میں کام دلوا دیتا ہے۔ علی اکبر ناطق یہاں فیکٹریوں میں کام کرنے والو مزدوروں کی حالت زار کے بارے میں بتاتے ہیں وہ مزدور یونین کی اصلیت کھولتے ہیں کہ یہ یونین مزدوروں کے حقوق کے لیے کام نہیں کرتی بلکہ اسے فیکٹری مالکان بناتے ہیں تا کہ مزدوروں کو کنٹرول میں رکھ سکیں۔

علی اکبر ناطق مزدوروں کے ساتھ ان فیکٹریوں میں ہونے والی ناانصافیوں، ان کی غربت، کیڑے مکوڑوں سے بھی بدتر سلوک فیکٹری کے کواٹروں میں مزدوروں کی رہائش ان سے بد سلوکی اور غیر انسانی سلوک کو بڑی خوبصورتی سے ناول کے کینوس پر پیش کیا ہے۔ پاکستان میں سرمایہ کاروں کے اور مزدور طبقے کے حالات خوب واضح کئے ہیں یہی وجہ ہے کہ پاکستانی نوجوان پڑھنے لکھنے اور ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد بھی فیکٹریوں، کنسٹرکشن کمپنیوں میں مزدوریوں سے تنگ آ کر باہر ممالک کا رخ کرتے

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page.12-29

ہیں۔ ضامن علی کا فیکٹری دوست بتاتا ہے کہ وہ کم عمری سے ہی ان فیکٹریوں میں دھکے کھا رہا ہے اور شروع میں جب وہ فیکٹری آیا تھا تب مزدور یونین کے یہ گدھ لمبے عرصے تک اس کا ریپ کرتے رہے۔

ضامن ان ناانصافیوں کو برداشت نہیں کرتا اور نوکری چھوڑ کر اسلام آباد میں ایک پتھر تراشنے والی فیکٹری میں چلا جاتا ہے مگر جلد اس فیکٹری کی حقیقت بھی ضامن علی پر کھلتی ہے۔ اس فیکٹری میں دھواں اور مٹی کی وجہ سے مزدور یرقان اور دمے کے مریض بن رہے تھے اور اس کے ساتھ ان مزدوروں کی اموات بھی بڑھ رہی تھیں۔ سی پی سنو اپنی تصنیف دو ثقافتیں میں لکھتا ہے۔:

> "غریب ممالک جیسے ہندوستان میں اوسط عمر، برطانیہ کے مقابلے میں آدھی ہے ایسی شہادتیں ملتی ہیں جن کے مطابق ایک اوسط ہندوستانی کو ایک نسل پہلے کے مقابلے میں کم خوراک دستیاب ہے"(۱۱)

اسی غربت سے تنگ آکر لوگ اپنے بچوں کو کم عمری میں ہی فیکٹریوں پر لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ ان نو عمر بچوں کو ہر موڑ پر رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ کماری والا" میں ان نوجوانوں کی اخلاقی پستی کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ نو عمر لڑکے گھروں سے دور رہ کر ہم جنس پرستی میں مبتلا ہو کر اپنی زندگی تباہ کر لیتے ہیں۔

فیکٹری کی نوکری چھوڑ کر دادی کا جاننے والے واجد علی کی سفارش پر ضامن اسلام آباد میں وفاقی حکومت کے ملازم کی حیثیت سے نوکری شروع کر دیتا ہے۔ یہاں ناطق نوکریاں ملنے اور اخبار میں حکومت کی طرف سے نوکری کے اعلانات کی مکمل حقیقت کھولتے ہیں کہ نوکری کے اشتہارات اور انٹرویو محض خانہ پوری ہوتی ہے۔ اس منتخب شدہ بندے کے لیے ہی اصل میں اشتہار دیا جاتا ہے۔ اس آفس میں کام میں کام کرتے ہوئے ضامن کو ان حکومتی نوکروں کی حقیقت واضح ہوتی ہے اور یہ حقیقت عیاں ہو کر سامنے آجاتی کہ پردے کے سامنے کچھ اور ہے اور پردے کے پیچھے کچھ اور۔ اسے پہلے دن ہی ان دفتروں کے تمام

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page.12-29

اصولوں سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ اور یہ سمجھایا جاتا ہے کہ تمھارا باس تمھارا آقا ہے۔ وہ جو کچھ بھی کرے تم سے کہے نہ کہے تم نے اس کے کام پر سوال نہیں اٹھانا۔:

"اپنے باس کو مت یاد دلاؤ کہ اس نے فلاں فائل پر ابھی تک سائن نہیں کیے۔ جو فائل آپ کا باس روک لے، چاہے ایک سال، دو سال یا ساری عمر روکے رکھے، اس کو بھول جاؤ اور جس فائل پر اسی دن دستخط کر دے تم اسے اپنے پاس مت روکنا ورنہ بے موت مارے جاؤ گے "(۱۲)

اس کے ساتھ باس کے گھر کی ہر ضرورت کا خیال بغیر کہے خود بخود اپنے ذمے لینا ہے۔ باس کے گھر کے کام تمھاری نوکری کا حصہ ہیں۔ ناطق صاحب اس قسم کے حکومتی دفاتر کا کٹا چھٹا کھولتے ہیں کہ یہ دفاتر عوام کے مسائل حل کرنے کے نہیں بلکہ دفتر میں موجود تنخواؤں، چھٹیوں اور الاؤنس اور اسی طرح کے دیگر کاموں کے لیے ہیں۔

دفتر میں ضامن کو دراصل سیکرٹری صاحب کی کوٹھی پر قانونی کام میں ماہر کرنے کی تربیت دی جاتی ہے ضامن علی تین ماہ بعد سیکریٹری کی کوٹھی میں شفٹ ہو جاتا ہے شروع میں ضامن کو پتہ نہیں تھا کہ وہ کن دستاویزات کی نقل تیار کر رہا ہے اور کیوں کر رہا ہے۔:

"یہ بہت حساس خطوط تھے جنھیں صرف وزیر اعظم اور ان کی خاص کابینہ تک محدود ہونا چاہیے تھا مگر ان کی نقلیں تیار ہو کر کہاں جا رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔بیوروکریسی کے مزید کئی لوگ شامل تھے کہ اپنے نجی مفادات پر ملک نامی بکرے کو ذبح کیا جا رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ تمام کام جنھیں ہمارے حکمران یا سیاستدان کرنا چاہتے تھے انھیں بیوروکریسی اسٹیبلشمنٹ کے ساتھ مل کر کیسے سبوتاژ کر رہی تھی "(۱۳)

ضامن علی کو کچھ عرصے میں ہی ان اعلی حکومتی افسران کے اخلاقی زوال کی سمجھ آ جاتی ہے۔ کہ یہ افسران اپنی بیٹیوں اور بیویوں کے استعمال سے دوسرے ممالک کے ایمبیسڈر اور نمائندوں سے روابط پیدا کرتے ہیں اور اپنے ملک کے راز اپنے ذاتی

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page.12-29

اور معمولی فائدے کے عوض بیچ دیتے ہیں۔ ضامن ان دستاویزات کی ایک اور کاپی تیار کر کے اپنے کالم نگار دوست الطاف حسین کو اخبار میں شائع کرانے کے لیے دیتا ہے۔ مگر الطاف حسن کا باس یہ فائل اپنے معاملات سیدھے کرنے کے لیے یا سمجھوتے کے تحت سیکرٹری صاحب کی میز پر پہنچا دیتا ہے۔یوں سیکرٹری ضامن کو لمبے عرصے کے لیے اغواء کر کے حبس بے جا میں رکھتا ہے۔

آزادی کے بعد ضامن کا نیا سفر شروع ہوتا ہے الطاف حسین کالم نگار اس اخبار کی نوکری چھوڑ کر اپنا الگ اخبار نکالتا ہے اور ضامن کو واپس اسلام آباد بلا کر نوکری پر رکھ لیتا ہے مگر ضامن کی الطاف کے متکبر بیٹے حفیظ سے نہ بن سکی جو اپنی والد کے دوست حسنات علی کا بھی لحاظ نہیں کرتا تھااس کی وجہ سے ضامن اور حسنات دونوں نوکری چھوڑ دیتے ہیں۔

ناول کے اس حصے میں زرد صحافت کے بارے میں ناطق صاحب کھل کر بتاتے ہیں۔ حسنات علی ہی ضامن کے لیے دو بہن بھائی شیزا اور ذیشان کے فلیٹ میں رہائش کا بندوبست کرتا ہے۔ شیزا اور ذیشان کے فلیٹ پر ضامن کی زندگی نئی کروٹ لیتی ہے یہاں ضامن پر ایسے راز آشکار ہوتے ہیں۔ جن سے وہ ہمیشہ نہ بلد رہا تھا۔ یہ دونوں بہن بھائی دراصل سیکس ورکر ہیں بہن کی عمر انیس سال اور بھائی سترہ سال کا ہے۔ ان کرداروں کے ذریعے ناطق اسلام آباد کے ایسے سماج کا دروازہ کھولتے ہیں جہاں لڑکیوں کے ساتھ ساتھ لڑکوں کو بھی ہوس کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ان کی عصمت کا کاروبار بھی کیا جاتا ہے کلچر اور فن کے نام پر ان جنسی جرائم کو پروان چڑھانے کا کام کئی سالوں سے بلکہ دہائیوں سے جاری ہے ہم جنس پرستی اور زنا کے اڈوں کو فن کے نام پر ملک کی بہت سی نامور شخصیات چلا رہی ہیں۔

کماری والا میں ظفر عالم اور اس کی بیوی پروڈکشن ہاؤس کی آڑ میں سیکس مارکیٹ کا بزنس کرتے تھے ان کا کام نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو فلم، ڈراموں اور ٹی وی میں کام دلوانے کا لالچ دے کر بلیک میل کرنا ہے یہ لوگ ان معصوم لڑکیوں اور لڑکوں کو ملک اور بیرون ملک جسم فروشی کے لیے بیچتے ہیں شیزا اور ذیشان بھی ظفر عالم کی اس مارکیٹ کے ورکر ہیں در حقیقت ظفر عالم اور

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page.12-29

اس کی بیوی بھی محض مہرے تھے اس کھیل کی اصل ڈوریاں تو کسی اور کے ہاتھ میں ہیں۔ بالآخر یہ جسم فروشی کی دلدل ان کے لیے آخری ٹھکانہ ثابت ہوتی ہے نیاز فتح پوری اس حوالے سے لکھتے ہیں۔:

"فحاشی نام ہے ہر اس طریق عمل کا جو قانون قدرت یا سوسائٹی کے مقرر کردہ اصولوں کے خلاف خواہش نفس کو پورا کرنے کے لیے تیار کیا جاسکے اور اس میں وہ صورت بھی شامل ہے جس کا تعلق کسب زر سے ہے اور اسے عصمت فروشی کہتے ہیں"(۱۴)

حسنات اور ظفر عالم بیرون ملک چلے جانے کے بعد ضامن کے پاس نوکری بھی نہیں رہتی۔ کسی دوسرے رسالے میں نوکری حاصل کرنے کے لیے وہ سیف اللہ نامی شخص سے ٹکراتا ہے۔ سیف اللہ ضامن کو ناول لکھنے کا کہتا ہے اور نمونے کے طور پر ایک رسالہ دیتا ہے۔ لیکن رسالہ پڑھ کر ضامن کے چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں۔ سیف اللہ دراصل جنس زدہ کہانیاں لکھوا کر شائع کرتا ہے۔ ان کہانیوں کو پڑھ کر بہت سے نوجوان ہم جنس پرستی، لواطت، زنا جیسے افعال کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ جنس زدادب کی اشاعت قانوناً جرم ہے۔ اس طرح کا اخلاق سے گراہوا ادب نئی نسل کو تباہ کر دیتا ہے۔:

"ابھی دو تین صفحے ہی پڑھے تھے کہ میرا سر گھومنے لگا۔ او میرے خدایا، یہ کیا لکھا ہوا ہے؟ یہ تو ایک ہولناک قسم کی ٹرپل ایکس سٹوری تھی اور ایک لڑکا اپنے دوست کے ساتھ مل کر اپنی بہن کے ساتھ سیکس کرنے چلا تھا۔۔۔۔۔۔۔ یہ کتاب تو واقعی ایک گھناؤنا جرم تھا۔ تو یہ بڈھا بک شاپ کے پردے میں یہ دھندا کھولے بیٹھا تھا"(۱۵)

ہمارے معاشرے میں ایسے جنسی واقعات وقوع پذیر ہو رہے ہیں جن میں مجرم اپنے شکار کی صنف، رتبے اور عمر کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اسی طرح کی سرگرمیوں میں پڑ کر ہمارے بچے وقت سے پہلے بالغ ہو جاتے ہیں اور اسی وجہ سے یہ نوجوان جنسی جرائم میں ملوث ہو جاتے ہیں ضامن علی کا پولیس کو خبر دار کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ پولیس بھی اس سب میں شامل ہے۔

سعید ابراہیم، سیکس اور سماج میں لکھتے ہیں:

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page.12-29

"غور کریں تو اصل مسئلہ ان افراد کا نہیں جو پیدائشی طور پر ہم جنس پسند یا خواجہ سرا ہیں بلکہ اصل مسئلہ تو ان لوگوں کا ہے جو عورت دستیاب نہ ہونے کی صورت میں معصوم بچوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتے ہیں اور کئی کیسز میں بے دردی سے قتل بھی کر دیتے ہیں"(١٦)

اسی طرح کا مواد آج انٹرنیٹ پر موجود ہے۔ بچوں کے ہاتھوں میں موبائل ہونے کی وجہ سے اس طرح کے مواد تک رسائی آسان ہے۔ اور اسی وجہ سے آج کا بچہ وقت سے پہلے بالغ ہو جاتا ہے۔ علی اکبر ناطق اپنی خود نوشت میں لکھتے ہیں۔:

"اے کاش آج کے بچے پیدا ہوتے ہی جوان نہ ہوتے اور نیٹ کی بجائے کم از کم بیس سال کی عمر تک کتاب ہی سے واسطہ رکھتے تو یقین مانیے وہ آہستہ آہستہ بڑے ہوتے اور یہ بہت فطری ہوتا ہے۔ کیونکہ جلدی بڑا ہونے والا جلد رسوا ہوتا ہے (١٧)

ہسپتال میں ضامن کو معاشرے میں جرائم کے نئے طریقوں کے بارے آشنائی ہوتی ہے۔ ضامن کو ہسپتال کے چپڑاسی یوسف کے بارے میں پتہ چلتا ہے جو اپنے گھر میں شراب کشید کر کے اونچے طبقوں کی معزز اور اعلی شخصیات تک پہنچاتا ہے اس کام کے لیے یوسف کو پولیس کی سرپرست کی حاصل ہے وہ پولیس کو ہر ماہ تگڑی رقم ادا کرتا ہے۔

ناول "کماری والا" میں دہشت گردی کے موضوع کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ یہ آج کی دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ اس جرم کا ایک سبب مذہبی تفرقہ بازی اور غربت بھی ہے ۔ پاکستان میں نام نہاد مذہبی اسکالر فرقہ وارانہ گفتگو کر کے ایک مسلک سے دوسرے مسلک کی عبادت گاہوں کو نشانہ بنواتے ہیں اور مدارس اور مسجدوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔ حاجی فطرس علی اہل تشیع ہیں جو مذہبی معاملے میں سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہیں۔ یہ ایک معاملے میں اہل تشیع کا ساتھ دینے سے انکار کرتے ہیں تو ان کا دہشت گردانہ حملے میں قتل کروا دیا جاتا ہے۔ ضامن کا والد بھی ایک دن مسجد میں اسی طرح کے حملے کی زد میں آکر شہید ہو جاتا ہے۔

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page.12-29

چار دہائیاں گزرنے کے بعد وہ تمام مسائل، جنہیں ان ناولوں میں محض اشاروں میں بیان کیا گیا تھا، اب ہمارے معاشرے میں ایک پختہ اور تلخ حقیقت کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ اخلاقی قدروں کی مسلسل زبوں حالی نے مڈل کلاس کو بھی انہی الجھنوں میں دھکیل دیا ہے جو کبھی صرف اشرافیہ کا درد سمجھی جاتی تھیں۔ نچلے طبقے کے لوگ آج بھی محرومی، لاعلمی اور بے بسی کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔ جنسی تشدد کے بڑھتے ہوئے واقعات اس بات کا ثبوت ہیں کہ اخلاقی زوال کس حد تک جڑیں پکڑ چکا ہے۔ انٹرنیٹ کی بے لگام دنیا نے انسانی کمزوریوں کو کم کرنے کے بجائے مزید بھڑکا دیا ہے۔ برانڈڈ لباس اور فاسٹ فوڈ کی اندھی دوڑ نے عام گھروں کی بچیوں کو ایسے تعلقات کی طرف مائل کر دیا ہے جو ان کی زندگیوں میں مزید پیچیدگیاں پیدا کرتے ہیں۔ اور سیاسی منظر نامہ تو ان سب سے کہیں زیادہ انتشار، بد نظمی اور اخلاقی انحطاط کا شکار ہے۔ "کماری والا" ناول میں ناطق آج کے دور کے موجودہ اور بڑے مسائل کو اس طرح کھول کر بیان کیا ہے کہ قاری معاشرے کے ان رستے ہوئے ناسوروں کو پڑھ کر آنکھیں چرانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page.12-29

حوالہ جات:

۱۔ رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، اردو نثر میں مزاح نگاری کا سیاسی اور سماجی پس منظر، (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۵ء)، ص:۱

۲۔ علی اکبر ناطق، کماری والا، (جہلم: بک کارنر، ۲۰۲۲ء)، ص:۳۹

۳۔ علی اکبر ناطق، کماری والا، ص:۶۹

۴۔ سہیل احمد بخاری، اردو ناول نگاری (دہلی: الحمرا پبلیکیشنز، ۱۹۸۶ء)، ص:۳۱۔

۵۔ علی اکبر ناطق، کماری والا، ص:۱۲۳۔۱۲۴

۶۔ محمد اشرف ملک، مبادیات جرمیات، علم جرم حلقہ جزا و سزا، (لاہور: الکوثر پبلی کیشنز، ۱۹۶۸)، ص:۱۹۱

۷۔ محمد احسن فاروقی، سید نور الحسن ہاشمی، مرتبین، ناول کیا ہے؟ (لکھنؤ: نامی پریس، ۱۹۷۰ء)، ۲۴-۲۳۔

۸۔ سلمان عابد، سید، دہشت گردی ایک فکری مطالعہ، (لاہور: لاہور جمہوری پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء)، ص:۹۴

۹۔ مشتاق احمد وانی، ڈاکٹر، تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران، (دہلی: ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، ۲۰۰۲ء) ص:۵۴

۱۰۔ علی اکبر ناطق، کماری والا، ص:۳۲۵

۱۱۔ سی پی سنو، مترجم، زینت اللہ خان، دو ثقافتیں، (اسلام آباد: ادارہ فروغ قومی زبان، ۲۰۱۸ء)، ص:۴۴

۱۲۔ علی اکبر ناطق، کماری والا، ص:۳۶۷

۱۳۔ ایضاً، ص:۳۸۰

۱۴۔ نیاز فتح پوری، ترغیبات جنسی یا شہوانیات، (لاہور: آواز اشاعت گھر، ۲۰۰۴ء)، ص:۱۰

۱۵۔ علی اکبر ناطق، کماری والا، ص:۵۷۴

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page.12-29

۱۶۔ سعید ابراہیم، سیکس اور سماج،(لاہور: سانجھ پبلیکیشنز، ۲۰۲۰ء)، ص:۱۰

۱۷۔ علی اکبر ناطق، آباد ہوئے برباد ہوئے،(جہلم: بک کارنر، ۲۰۲۳ء)، ص:۱۴۵